نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنے پر انعامات کی تقسیم

بَذْلُ الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز

۱۳۱۱ھ

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

بذل الجوائز علی الدعا بعد صلاۃ الجنائز ۱۳۱۱ھ

(نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنے پر انعامات کی تقسیم)

مسئلہ ۶۴ استفتاء از کانپور

بشرف ملاحظہ جامع المعقول والمنقول، واقف الفروع والاصول حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، پس از تسلیم معروض، براہِ کرم اس کا جواب جلد مرحمت فرمایئے گا۔ والتسلیم

محمد عبدالوہاب از کانپور، مدرسہ فیض عام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں جو بلاد دکن وغیرہ میں یہ امر مروج ہے کہ بعد سلام نمازِ جنازہ قبل تفرق صفوف یعنی امام ومقتدی دونوں رُوبقبلہ اسی ہیأتِ معلومہ صلاۃ جنازہ پر قائم رہتے ہیں اور میت کے حق میں چند دُعائیں وسُورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر بخشتے ہیں آیا یہ امر شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ اس کا شافی جواب بحوالہ عباراتِ کتبِ معتبرہ مذہب حنفیہ مرحمت ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصلاۃ واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاد الاموات خالص

اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان، رحم والا۔ سب خُوبیاں خدا کے لئے جو دعائیں قبول فرمانے والا ہے، اور بہتر درود، کامل ترین تحیتیں ہوں اُن پر جو زندوں کی پناہ گاہ، مُردوں کا مرجع، خالص اور

الخیر ومحض البرکات فی الحیاۃ الاولی والحیاۃ العلیٰ بعد الممات وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ کریمی الصفات مابعُد ماضٍ وقُرب اٰت اٰمین۔

محض خیر و برکت ہیں دُنیا کی زندگی میں اور بعد موت کی بالاتر زندگی میں، اور ان کے بزرگ صفات والے آل واصحاب پر، جب تک کوئی گزرنے والا دُور اور آنے والا قریب ہوتا رہے۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

اواخر ماہِ فاخر حضرت مفیض المفاخر شہر ربیع الآخر ۱۳۱۱ ہجری میں اس مسئلہ کے متعلق ایک سوال بعض اہلِ علم وسنت نے بمبئی سے بھیجا جس کا اجمالی جواب قدرے تحقیق حدیثی پر مشتمل دیا گیا، اب کہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۱۱ھ کو یہ سوال کانپور مدرسہ فیض عام سے آیا اس میں صورت نازلہ شکل مسئلہ بمبئی سے جدا ہے، وہاں یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا اللھم لا تحرمنا اجرہ وتفتنا بعدہ واغفرلنا ولہٗ یا مثل اس کے کی جاتی ہے، یہاں یوں ہے کہ قبل تفرق صفوف رُو بقبلہ اسی ہیأتِ معلومہ پر قائم رہتے ہیں الخ ادائے حقِ افتاء کو بس تھا کہ اس صورت خاصہ کا حکم لکھتا مگر ممکن کہ فتوٰی نظر گاہ عامہ تک پہنچے اور فقیر کو تجربہ ہے کہ بہت عوام تمایز صور سے غفلت کرتے اور بعض ناظرین قصداً بھی انھیں غلط میں ڈالتے ہیں، لہٰذا ایسی جگہ ہمیشہ پوری بات کا ذکر کرنا مناسب کہ من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانہ والوں سے ناآشنا ہو وُہ جاہل ہے۔ ت) وہاں تحقیق حدیثی تھی یہاں بعونہٖ عزوجل ایک مقدمہ تمہید کرکے تنقیح فقہی سے کام لیجئے کہ باوصف تکرار، تکرار بھی نہ ہو اور ایضاح مرام وراحتِ اوہام بھی بحمد اللہ تعالٰی نہایت کو پہنچے **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ہے۔ ت) سلفاً وخلفاً ائمہ اہلسنت وجماعت رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنا بہم کا اجماع ہے کہ امواتِ مسلمین کے لئے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب، نصوص شرعیہ آیۃً وحدیثاً بارہ دعا ارسال مطلق واطلاق مرسل پر وارد جن میں کسی زمانہ کی تقلید وتحدید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب ومشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز وممنوع۔

چند حدیثیں فتوٰی اولٰی میں گزریں، یہاں بعض احادیث تازہ ذکر کردوں کہ فیض وعطائے حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ محدود نہیں۔

حدیث ۱: حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر الدعاء[1]۔ الحاکم فی مستدرک عن دعا بکثرت کر۔ اسے حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۹۹

16 ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وصححہ ورمزالامام السیوطی لصحتہ۔

رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ امام سیوطی نے بھی اس کے صحیح ہونے کا نشان (رمز) لگایا۔

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا سأل احدکم فلیکثر فانما یسأل ربہ[1]۔ ابن حبان فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط عن امّ المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

جب تم میں سے کوئی شخص دُعا مانگے تو بکثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے۔ اسے ابن حبّان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں امّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسندِ صحیح روایت کیا۔

اقول یہ حدیث سوال و مسؤل دونوں میں تکثیر کی طرف ارشاد فرماتی ہے مسؤل میں یوں کہ بہت کچھ مانگے، بڑی چیز مانگے کہ آخر ربِّ قدیر سے سوال کرتا ہے، اور سوال میں یوں کہ بار بار مانگے، بکثرت مانگے کہ آخر کریم سے مانگ رہا ہے، وُہ تکثیرِ سوال سے خوش ہوتا ہے بخلاف ابنِ آدم کے کہ بار بار مانگنے سے جھنجلا جاتا ہے فللّٰہ الحمد وحدہٗ (تو خدائے یکتا ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں۔ ت)

حدیث ۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اکثرمن الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم[2]۔ ابوالشیخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دُعا بکثرت مانگ کہ دُعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔ اسے ابوالشیخ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اقول اس معنی کی تحقیق کہ یہاں قضاء مبرم سے کیا مراد ہے، فقیر نے اپنے رسالہ ذیل المدعٰی لاحسن الدعاء میں ذکر کی۔

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لقد بارک اللہ لرجل فی حاجۃ اکثرالدعاء فیہا[3]۔ البیہقی فی الشعب والخطیب

بیشک اللہ تعالٰی نے برکت رکھی آدمی کی اس حاجت میں جس میں وُہ دُعا کی کثرت کرے۔ اسے بیہقی نے

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط باب سؤال العبد حوائجہ کلّہا الخ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۱۰/ ۱۵۰

[2] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۶۳

[3] شعب الایمان ذکر فصول فی الدعاء مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/

فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

شعب الایمان میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۵ : کثرتِ دُعا سے گھبرا کر دعا چھوڑ دینے والے کو فرمایا : ایسے کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

لایزال یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل قیل یارسول اللہ ما الاستعجال یقول قد دعوت وقد دعوت فلم ارہ یستجیب لی فیستحسر عند ذلک ویدع الدعاء[1]۔ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واصل الحدیث عند الشیخین وابی داؤد والترمذی وابن ماجۃ جمیعا عنہ و فی الباب وغیرہ۔

بندے کی دُعا قبول ہوتی رہتی ہے جب تک کہ کسی گناہ یا قطعِ رحم کا سوال نہ کرے اور جب تک کہ جلد بازی نہ کرے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جلد بازی کیا ہے؟ فرمایا جب بندہ کہنے لگے کہ میں نے بار بار دعا کی، قبول ہوتی نظر نہیں آتی، اُس وقت اُکتا کر چھوڑ دے۔ یہ حدیث امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، اور اصل حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ سبھی کے یہاں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے موجود ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ اور حدیثیں ہیں۔ (ت)

حدیث ۶ و ۷ : حدیثِ حسن میں تصریحاً ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

اطلبوا الخیر دھرکم کلہ وتعرضوا لنفحات رحمۃ اللہ فان للہ نفحات من رحمتہ یصیب بھا من یشاء من عبادہ[2]۔ ابوبکر بن ابی الدنیا فی الفرج بعد الشدۃ و الامام الاجل عارف باللہ سیدی محمد الترمذی فی نوادر الاصول والبیھقی فی شعب الایمان وابونعیم فی حلیۃ الاولیاء عن انس بن مالک وفی الشعب

ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیاتِ رحمتِ الٰہی کی تلاش رکھو کہ اللہ عزوجل کے لئے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ اسے ابوبکر ابن ابی الدنیا نے "الفرج بعد الشدۃ" میں، امام اجل عارف باللہ سیدی محمد ترمذی نے نوادر الاصول میں، بیہقی نے شعب الایمان میں، ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں انس بن مالک سے اور شعب الایمان میں حضرت

---

[1] صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۵۲

[2] نوادر الاصول الاصل الرابع والثمانون والمائۃ فی طلب الخیر مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۲۳

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما و تقدم نحوہ للطبرانی فی المعجم الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الفتوی الاولی قال العامری حسن صحیح **اقول** وقولی حسن حسن صحیح لما رأیت من تعدد طرقہ وقد حسن الشیخ محمد حجازی الشعرانی حدیث المعجم الکبیر۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت کیا۔ اور اسی کے ہم معنی حدیث طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت پہلے فتوٰی میں گزر چکی ہے۔ عامری نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ **اقول** اور میرا اسے حسن کہنا اچھا اور درست ہے، کیونکہ اس کے متعدد طرق ہیں۔ اور شیخ محمد حجازی شعرانی نے معجم کبیر کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (ت)

یہاں تو بحمداللہ نہ صرف اطلاق بلکہ صراحۃً تعمیم زمانہ ہے جس میں نمازِ جنازہ سے قبل و بعد متصل و منفصل سب اوقات قطعاً داخل، تو جس وقت دُعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے، تو جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع و انکار حکم شرع کا رَد و ابطال ہے۔ اب وہ عدمِ نقل خصوص و عدم ورود خاص کا شگوفہ جس سے حضرات منکرین امثال مسائل میں اکثر مغالطہ دیتے ہیں، رأساً ہباءً منثورا ہوگیا کہ جب بہ تصریح تعمیم امرِ شرع وارد تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل، پھر کسی خاص میں عدم ورود کیا معنی، بہ استناد اگر ہوگا تو ایسا ہوگا کہ زید کے اگرچہ قرآن عظیم میں اقیموا الصلوٰۃ وغیرہا بصیغہ عموم وارد مگر خاص میرا نام لے کر حکم کہاں ہے تو مجھ پر فرضیت نماز کا ثبوت نہیں۔ آپ سے ذی ہوش سے یہی کہا جائے گا کہ جب عام نازل تو تُو بھی داخل۔ اگر مدعی خروج ہے خروج ثابت کر۔ غرض ایسا مکابرہ تو مقیاس الجنون کے اعلٰی نمبر سے کچھ ہی درجے گھٹا ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن عارض ہوتا ہے، جو کسی خاص مادہ میں اس کا دعوٰی کرے وہ مدعی ہے بارِ ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ پھر ظاہر کہ عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا کما لایخفی علی من لہ ادنی نصیب من عقل مصیب (جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جسے عقل صحیح کا کوئی بھی حصّہ نصیب ہوا ہے۔ ت) اس مقدمہ واضحہ کے بعد اُن کلماتِ فقہاء پر نظر ڈالئے جن سے بے مایہ صاحبوں کو دھوکا ہوا یا ہوشیار لوگ دانستہ عوام کو مغالطہ دیں۔

اقول عامہ کتب میں یہ عامہ اقوال ہرگز اطلاق وارسال پر نہیں کہ بعد نمازِ جنازہ مطلقاً دعا کو مکروہ لکھتے ہیں، اور کیونکر لکھتے کہ خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ و ائمہ سلف و خلف کے اقوال و افعال کثیرہ متواترہ اور خود انھیں فقہاء کی تصریحات وافرہ و کلمات متظافرہ۔ خلاصہ یہ کہ نصوص شریعت

اجماعِ اُمت اس تعمیم و اطلاق کے رُو پر شاہدِ عدل ہیں، معلوم نہیں حضرات منکرین کے یہاں زیارتِ قبور نمازِ جنازہ کے بعد ہوتی ہے یا پیشگی ہولیتی ہے، اگر بعد ہی ہوتی ہے تو شاید اُس وقت دعائے اموات میں جو احادیث و اقوالِ علماء و فقہائے قدیم و حدیث وارد ہیں اپنے ظہورِ بیّن کے سبب اظہار سے غنی ہوں تو اطلاق کا تو کوئی محل ہی نہ تھا۔ ہاں انھوں نے تقیید کی اور کہا ہے سے کی بلفظِ قیام یعنی یہ کہا کہ نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کے لئے قیام برائے دُعا نہ کرے، نہ یہ کہ بعد نمازِ جنازہ دُعا ہی نہ کرے۔ جامع الرموز میں ہے: لایقوم داعیالہ[1] (میّت کے لئے دُعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے۔ت) ذخیرۂ کبرٰی و محیط و قنیہ میں ہے: لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ[2] (نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ت) کشف الغطاء میں ہے: قائم نشود بعد از نماز برائے دعا کذا فی اکثر الکتب[3] (نماز کے بعد دُعا کے لئے نہ ٹھہرے، ایسا ہی اکثر کتابوں میں ہے۔ت) اُسی میں منقول ہے: منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ[4] (کتابوں میں ممانعت لفظِ قیام کے ساتھ آئی ہے۔ت) تو مانعِ مطلق اگر ان اقوال سے استدلال کرے صریح مخالف سے تمسک و استناد کرے گا ولکن النجدیۃ قوم یجھلون (مگر نجدیہ ایسی قوم ہے جس کے پاس علم نہیں۔ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ت)

اب نظرِ بلند تدقیق پسند تنقیحِ مناط میں گرم جولاں ہوگی کہ وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء یہ حکم دے رہے ہیں۔ آخر نفسِ دُعا اصلاً صالحِ ممانعت نہیں۔ نہ وہ خود اس کے نفس پر حکم کرتے ہیں، شاید کھڑے ہو کر دُعا منع ہو، یہ غلط ہے،

قال اللہ تعالٰی یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبھم[5]۔ وقال تعالٰی وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: بے شک جب وہ بندۂ خدا اس سے دعا کرتا کھڑا ہو

---

[1] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۳

[2] قنیہ باب الجنائز مطبعہ مشتہرہ بالمہانندیہ (انڈیا) ص ۵۶

[3] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

[4] ایضاً

[5] القرآن ۳/۱۹۱

لبد اً[1] تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر پرتہ بہ تہ ٹوٹ پڑیں گے (ت)

شاید خاص میّت کے لئے استادہ دعا منع ہو، یہ بھی غلط۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر میّت کے لئے مروی۔ خود فقہاء فرماتے ہیں: قبر کے پاس کھڑے ہو کر دُعا سنت ہے ــــ فتح القدیر میں ہے:

المعهود منها (ای من السنة) لیس الا زیارتها والدعاء عندها قائما کما کان یفعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی الخروج الی البقیع[2]۔

سنت سے معہود صرف قبروں کی زیارت ہے اور وہاں کھڑے ہو کر دُعا کرنا جیسے بقیع تشریف لے جانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمل مبارک تھا۔ (ت)

مسلک متقسط میں ہے:

من اٰداب الزیادة ان یسلم ثم یدعوا قائما طویلا اھ ملخصًا[3]۔

زیارت قبور کے آداب سے یہ ہے کہ سلام کرے پھر کھڑے ہو کر دیر تک دُعا کرے اھ ملخصاً (ت)

شاید یہ ممانعت صرف نماز جنازہ کی حالت میں ہو، بعد دفن اجازت ہو۔ یہ بھی غلط۔ ہم نے فتوٰی اولٰی میں حدیث صحیحین ذکر کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نعش مبارک امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہُوئے امیر المومنین شہید کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ پھر سب سے قطع نظر کیجئے تو اس عارض میں مزاحمت حسن وایراث قبح کی صلاحیت بھی ہو، یا خواہی نخواہی یونہی مزاحم ہوجائے گا۔ آخر قیام میں کیا خصوصیت ہے کہ اس کا انضمام دعائے میت کو کہ شرعاً مطلوب ومندوب تھی مکروہ ومعیوب کردے گا۔ اب نظر نے ان سب احتمالات کو ساقط پا کر اتنا تو جزم کرلیا کہ کوئی معنی خاص مقصود ہے جو مناط ومنشاء حکم ہوسکے۔ پھر وہ ہے کیا اس کے لئے اس نے باریک راہ تدقیق نکالی اور معانیِ قیام ومناہج کلام ودلائلِ احکام پر نگاہ ڈالی معانی قیام دو نظر آئے: برپا استادن کہ مخالف خفتن ونشستن ہے (یعنی پاؤں پر کھڑا ہونا جو سونے بیٹھنے کے مخالف ہے۔ ت) اور توقف ودرنگ کہ مخالفِ مقابلِ عجلت وشتاب ہے،

---

[1] القرآن ۷۲/ ۱۹

[2] فتح القدیر باب الشہید مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[3] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل لیستحب زیارۃ اہل المعلی مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۴-۳۳۳

کما بیناہ فی الفتوی الاولی و منہ قول القائل ؎

ولا یقوم علٰی ذل یراد بہ
الا الاذلان عیر النجد والوتد
فلیس المراد ان حمار النجد
عند ارادۃ الذل بہ یقوم ولا یقعد بخلاف غیرہ وانہ یقعد انما اراد ان الحمار النجدی یدوم و یصبر علی الذل اما غیرہ فلا یرضی بہ۔

جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا اور اسی سے شاعر کا یہ شعر ہے: ؎
اُس ذلت پر، جس کا اس کے ساتھ ارادہ کیا جائے قائم نہیں رہتے مگر دو ذلیل تر نجد کا گدھا اور اس کے باندھنے کا کھونٹا۔
اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب نجد کے گدھے کے ساتھ ذلت کا ارادہ کیا جاتا ہے تو وہ کھڑا رہتا ہے بیٹھتا نہیں ہے اور دوسرا بیٹھ جاتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نجدی گدھا ذلت پر دائم وصابر رہتا ہے اور دوسرا ذلت سے راضی نہیں ہوتا۔ (ت)

مناہج کلام بھی دو قسم پائے، کہیں تو بعد صلاۃ الجنازہ کی تخصیص ہے کما فی اکثر العبارات المذکورۃ (جیسا کہ اکثر مذکورہ عبارتوں میں ہے۔ ت) اور کہیں حکم مطلق کما فی عبارۃ القہستانی (جیسا کہ قہستانی کی عبارت میں ہے۔ ت) بلکہ کہیں قبل نماز کے بھی صاف تصریح،

فی کشف الغطاء و پیش از نماز نیز بدعا نہ ایستد زیرا چہ دعا میکند بدعائیکہ او فرد اکبر است ببودن دعا یعنی نماز جنازہ کذا فی التجنیس [1]

کشف الغطاء میں ہے: اور نماز سے پہلے بھی دعا کے لئے نہ کھڑا ہو اس لئے کہ اسے وُہ دعا کرنی ہے جو اس دعا سے زیادہ وافر اور بڑی ہے یعنی نماز جنازہ، ایسا ہی تجنیس میں ہے۔ (ت)

حالانکہ پیش از نماز دُعا خود احادیث صحیحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت وقد مر بعضھا فی الفتوی الاولٰی (بعض حدیثیں پہلے فتوے میں گزر چکیں۔ ت) اور کھڑے ہو کر دعا بھی صحابہ کرام سے گزری، ولائل احکام بھی دو ملے، کہیں نماز جنازہ میں زیادت کا شُبہ کما فی المحیط والقنیۃ وغیرھما (جیسا کہ محیط اور قنیہ وغیرہما میں ہے۔ ت) کہیں یہ کہ ایک بار دُعا کر چکا کما نقل عن وجیز الکردری (جیسا کہ وجیز کردری سے منقول ہے۔ ت) یا اس سے افضل دعا کرے گا کما مر عن التجنیس (جیسا کہ تجنیس کے حوالے سے گزرا۔ ت) اب جو اصول و

---

[1] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

فروع شرع پر نظر کیجئے تو ایک بار دعا کرنے یا آئندہ دعائے افضل کا قصد رکھنے کو منع وانکار دعا میں اصلاً مؤثر نہ پایا ورنہ ایک بار سے زیادہ دُعا جائز نہ ہوتی یا مکروہ ٹھہرتی، حالانکہ نصوص متواترہ واجماع اُمت سے اس کی تکثیر محبوب، یا نماز پنجگانہ کے بعد دعا ممنوع ومکروہ قرار پائے گی کہ قعدۂ اخیرہ میں دُعا کر چکا ہے حالانکہ احادیث میں اس کا حکم اور زمانہ اقدس سے تمام مسلمین کا اس پر عمل بلکہ قعدۂ اخیرہ میں دُعا مسنون نہ ہوتی کہ فاتحہ میں اس سے افضل واکمل دُعا ہو چکی، خاص محلِ سخن میں نظر کیجئے تو خود میّت کے لئے بھی قبل از نماز جنازہ وبعد از نماز دونوں وقت دُعا فرمانا اور اُس کا حکم دینا حضور پُر نور سیدیوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کما اسلفنا فی الفتوی الاولی (جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں بیان کیا۔ ت) حضور والا صلوٰۃ اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے خیال نہ فرمایا کہ ایک بار تو ہم دُعا کر چکے ہیں یا افضل واکمل دُعا فرمانے والے ہیں۔ معہذا ان وجوہ پر قیام وقعود سب یکساں، کیا بیٹھ کر دُعا کرے گا تو یہ بات نہ رہے گی کہ افضل دُعا کر چکا ہے یا کرنیوالا ہے تو کیا قید قیام پر نظر کتب غلط وتغلیط ہے یا یہ دلائل دعوٰی سے بیگانہ۔ ایسی مہمل وجہ پر کلام علماء کا حمل جس سے وُہ نصوص متواترہ واجماع اُمت اور خود اپنی تصریحات کثیرہ اور نیز انسانی کلام وتطابق دلیل و دعوٰی سے صراحۃً دُور پڑیں ان کی شان میں کُھلی گستاخی اور معاذ اللہ ان کے کلام کو کلامِ مجانین سے ملحق کردیتا ہے، جب نظرِ صحیح نے بعونہٖ تعالٰی سب کانٹے راہِ حق سے صاف کرلئے۔ قائد توفیق کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دے کر حکم بالجزم کیا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی وقوف و درنگ ہی ہے۔ اتنا کہتے ہی بحمد اللہ تعالٰی سب اعتراض واشکال دفعۃً اُٹھ گئے اور بات میزان شرع وعقل پر پوری تُل گئی، فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دُعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ وتعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی تکثیرِ دُعا بیشک محبوب ہے مگر اُس کے لئے تعویق مطلوب نہیں جس طرح جنازہ پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لئے تاخیر محبوب نہیں، جیسے بعض لوگ میّت جمعہ کے دن دفن ونماز میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ بعد میں جماعت عظیم شریکِ جماعتِ جنازہ ہو۔ تنویر الابصار میں ہے:

کرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ[1]۔	اس خیال سے کہ نمازِ جمعہ کے بعد ایک عظیم جماعت نمازِ جنازہ میں شریک ہوگی نمازِ جنازہ اور دفن میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

غرض شرع مطہر میں تعجیل تجہیز بتاکید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اس کی تاخیر سے ممانعت، اور

---

[1] دُرمختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

نماز کے علاوہ وشرعاً ضروری و واجب نہیں جس کے لئے قیام و درنگ پسند کریں۔ شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ، وہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے کیوں رکھ چھوڑیں، بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ دُعا ہو چکی یا ہونے والی ہے ھکذا ینبغی ان یفھم الکلام واللہ ولی الھدایۃ والانعام (کلام علماء اسی طرح سمجھنا چاہئے اور خدا ہی ہدایت و انعام کا والی ہے۔ ت) اور واقعی جو اس معنی قیام پر کلام فرمائیں ان کا مطلق رکھنا کما فعل الشمس القھستانی (جیسا کہ شمس قہستانی نے کیا۔ ت) یا بالتصریح قبل و بعد نماز دونوں وقت کو لے لینا کما صنع الامام البرھان الفرغانی (جیسا کہ امام برہان الدین فرغانی نے کیا۔ ت) کچھ بے جا نہ ہوا بلکہ یہی احسن وازین تھا کہ بایں معنی قیام قبل و بعد کسی وقت پسندیدہ نہیں اگرچہ اس تقدیر پر عبارات غیر معللہ بشبہ زیادت میں تقیید بعد کا یہ منشا ٹھہرا سکتے ہیں کہ قبل از نماز عادۃً جنازہ مہیا نہیں ہوتا۔ امور ضروریہ غسل و کفن جاری ہوتے ہیں تو اس وقت دعائے طویل میں حرج نہیں کہ تاخیر بغرض دعا نہ ہوگی بخلاف بعد نماز کہ غالباً کوئی حالت منتظرہ لے چلنے سے مانع نہیں ہوتی اور کلام فقہاء اکثر امور غالبہ پر مبتنی ہوتا ہے،

ومع ھذا فالوجہ الاظہر عد جمیع المقیدات من القسم الاٰتی فانہ ھو الانفع الاوفق کما لا یخفی۔ اس کے باوجود زیادہ ظاہر صورت یہ ہے کہ تمام قیدوں کو قسم آئندہ سے شمار کیا جائے، اس لئے کہ وہ زیادہ مطابق و موافق ہے، جیسا کہ واضح ہے (ت)

یہ اس قسم اقوال پر کلام تھا ــــ رہی قسم اول یعنی جن کلمات میں تنصیص بعدیت اور شبہہ زیادت سے تمسک ہے **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) بدیہیات جلیہ سے ہے کہ یہاں مطلق بعدیت کا ارادہ ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا کہ استحالات سابقہ کے علاوہ نفس تعلیل ہی اس سے آبی کیا آج نماز ہو چکی کل استادہ دُعا کرو، تو نماز میں کچھ بڑھا دینے کا اشتباہ ہو، لاجرم بعدیت بلا فاصل ہی مقصود، جس میں نقض صفوف و تفرق رجال بروجہ اولیٰ داخل کہ جب صفیں کھل گئیں لوگ ہٹ گئے تو اس کے بعد کسی فعل کو نماز میں زیادت سے کیا مشابہت رہی،

کما بیناہ فی الفتوی الاولیٰ وھو بین بنفسہ عند اولی النھی وان تبتغ زیادۃ فاستمع لما یتلی۔ جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا، اور اہل عقل کے نزدیک وہ خود ہی واضح ہے۔ اور اگر مزید وضاحت مطلوب ہو تو بیان آئندہ بغور سنو۔ (ت)

صحیح مسلم شریف میں ہے سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی، سلام امام ہوتے ہی سنتیں پڑھنے کھڑے ہوگئے، امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا کر

فرمایا :

لاتعد لما فعلت اذا صلیت الجمعۃ فلا تصلہا الصلاۃ حتی تکلم او تخرج فان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرنا بذلك ان لا توصل صلوۃ بصلوۃ حتی نتکلم او نخرج[1]

اب ایسا نہ کرنا جب جمعہ پڑھو تو اُسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کرو یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور پُرنور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں ۔

علماء فرماتے ہیں وصل سے نہی اس لئے ہے کہ ایک نماز دُوسری نماز کا تتمہ نہ معلوم ہو، جمعہ میں دُو رکعت پر زیادت نہ موہوم ہو۔ امام اجل ابوزکریا نووی منہاج میں فرماتے ہیں :

افضلہ التحول الی بیتہ والا فموضع اٰخر من المسجد او غیرہ لیکثر مواضع سجودہ ولتنفصل صورۃ النافلۃ عن صورۃ الفریضۃ[2]

بہتر تو یہ ہے کہ گھر جا کر پڑھے، ورنہ مسجد ہی میں یا بیرونِ مسجد کسی اور جگہ پڑھے تاکہ اپنی سجدہ گاہوں کی تعداد بڑھا سکے اور تاکہ نفل کی صورت فرض کی صورت سے جُدا ہو جائے ۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں :

(اذا صلیت الجمعۃ) ھی مثال اذ غیرھا کذلك، ویؤیدہ ما یاتی من حکمۃ ذلك کذا ذکرہ ابن حجر، ویحتمل ان ذکر الجمعۃ بعد خصوص الواقعۃ للتاکید الزائد فی حقھا، لا سیما ویوھم انہ یصلی اربعا او انہ الظھر، وھذا فی مجتمع العام سبب للایھام (فلا تصلھا، بصلوۃ

(جب نماز جمعہ پڑھو) یہ بطور مثال ہے اس لئے کہ غیر جمعہ کا بھی یہی حکم ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو اس کی حکمت بیان کی گئی ہے ــــ اسے ابنِ حجر نے ذکر کیا ــــ اور ہوسکتا ہے کہ جمعہ کا ذکر اس لئے ہو کہ اس کے بارے میں زیادہ تاکید ہے، خصوصاً اس میں یہ وہم ہوسکتا ہے کہ وہ چار رکعت ظہر پڑھ رہا ہے ــــ اور یہ فعل مجمع عام میں وہم پیدا کرنے کا سبب ہوگا ــــ (تو اسے اور نماز سے نہ ملاؤ

---

[1] صحیح مسلم كتاب الجمعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۸۸

[2] منہاج النووی شرح صحیح مسلم مع مسلم کتاب الجمعۃ " " " " "

حتی تکلم) ای احدا من الناس فان به یحصل الفصل لا بالتکلم بذکر اللّٰہ (او تخرج) ای حقیقۃ او حکما بان تتاخر عن ذلک المکان و المقصود بھما الفصل بین الصلاتین لئلا یوھم الوصل فالامر للاستحباب والنھی للتنزیہ[1] اھ ملخصا۔

یہاں تک کہ کلام کرلو) یعنی کسی آدمی سے بات کرلو، اس لئے کہ فرق اسی سے ہوگا، کلام بہ ذکرِ الٰہی سے فرق نہ ہوگا (یا اس جگہ سے نکل جاؤ) یعنی حقیقۃً، اس طرح کہ مسجد سے باہر چلے جاؤ ۔ یا حکماً ۔ اس طرح کہ اس جگہ سے ہٹ جاؤ ۔ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ دونوں نمازوں میں فصل ہوجائے، تاکہ وصل اور ملانے کا وہم نہ پیدا ہو، تو یہ حکم استحباب کے لئے ہے اور نہی برائے تنزیہ ہے اھ ملخصاً (ت)

یہاں سے صاف ثابت کہ ایسے شبہہ کے رفع کو اُس جگہ سے ہٹ جانا بس ہے تو بعد نقض صفوف اس علت کی اصلاً گنجائش نہیں ۔ لاجرم معنی یہ ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے ہُوئے دُعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو۔ یہ معنی صحیح و سدید، بے غبار و فساد ہیں، اور عقلِ سلیم کے نزدیک نفس عبارت دلیل سے بالتعین مستفاد۔ یہاں سے روشن ہوا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی استادن بے تکلف درست اور وجہِ تقیید بھی منکشف ہوگئی، اور بعض علماء کا وُہ استظہار بھی ظاہر ہوگیا کہ اگر نشستہ دُعا کند جائز باشد (اگر بیٹھ کر دعا کرے جائز ہوگا۔ ت) بلاکراہت فی الواقع بیٹھ جانا بھی نمازِ جنازہ سے فاصل بین ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد شبہہ زیادت نہیں، مگر نقض صفوف اس سے بھی اتم واکمل ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ۔ ت)

اب بحمد اللہ تعالٰی تمام کلماتِ علماء منتظم ہوگئے اور مسئلہ کی صور و وجوہ مع دلائل شمس و امس کی طرح روشن ہوگئیں ۔ بحمد اللہ نہ کلماتِ علماء میں باہم اختلاف ہے نہ اصول و قواعد شرع و عقل سے خلاف ۔ ہر ایک اپنے محل پر درست و بجا ہے اور منکرینِ زمانہ کی جہالت و سفاہات سے پاک و جدا ۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے اور خدائے برتر ہی توفیق کا والی ہے ۔ ت) اور ایک نہیں کیا صدہا جگہ دیکھے گا کہ کلماتِ علمائے کرام بظاہر سخت مضطرب و متخالف معلوم ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ناواقف یا سہل گزر جانے والا شدتِ تصادم سے پریشان ہوجائے یا رجماً بالغیب خواہ پیشِ خویش کوئی وجہ رجحان سمجھ کر بعض کے اختیار باقی سے اعراض و انکار

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ باب السنن و فضائلھا مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۱۹

پر آئے اور جب میزانِ نقد و تحقیق اُس کے ہاتھ میں پہنچے جسے مولا تعالیٰ جل وعلا نظرِ تنقیحی سے بہرۂ وافی بخشے وہ ہر کلام کو اس کے ٹھیک محل پر اتارے اور بکھرے موتیوں کو متسق نظام میں گوندھ کر سلکِ معنی سنوارے جس سے وہی مختلف کلمات خود بخود رنگِ ایتلاف پائیں اور سب خدشے خرخشے آفتاب کے حضور شبِ دیجور کی طرح کافور ہو جائیں۔

ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم ۵ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ و علیٰ والدی و ان اعمل صالحا ترضٰه و اصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك و انی من المسلمین۔

وہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور خدا بڑے فضل والا ہے۔ اے میرے رب! مجھے یہ نصیب کر کہ میں اُس احسان کا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں ایسا نیک عمل کروں جسے تو پسند فرمائے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں نیکی پیدا کر، بے شک میں تیری جانب رجوع لایا، اور یقیناً میں مسلمانوں سے ہوں۔ (ت)

ہاں باقی رہی امام ابن حامد سے ایک حکایت کہ زاہدی نے قنیہ میں ذکر کی،

حیث قال عن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوٰة الجنازة مکروه[1]

اس کی عبارت یہ ہے کہ ابوبکر بن حامد سے منقول ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔ (ت)

یہ تو حضرات مانعین کی خوشی کی چیز ہے کہ اس میں قیدِ قیام بھی نہیں،

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) یہ تو حضرات منکرین پر بڑی تشنیع کی جگہ ہے کہ اس میں قیدِ قیام بھی نہیں، جس نے ہمارا کلام بالا بنظرِ امعان و اتقان دیکھا ہے اُس پر روشن ہے کہ انکار میں جس قدر اطلاق زائد مستدل صاحبوں پر اُتنی ہی آفت سخت، کیا نمازِ جنازہ کے بعد مطلقاً دعا کی کراہت باجماعِ اُمت باطل نہیں، کیا نصوصِ قولیہ و فعلیہ حضور معلّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اقوال تمام ائمہ سلف و خلف اس کے بطلان پر شاہد عادل نہیں کیا یہ اطلاق یونہی عنان گسستہ رہے تو دعائے زیارتِ قبور اس میں داخل نہیں تو واجب ہوا کہ مطلق بعدیت مراد نہ ہو، بلکہ وہی بعدیت متصلہ بے فاصل بیّن، اب قیدِ قیام خود ہی آ گئی کہ یہ بعدیت بے بقائے قیام متصور نہیں کما قررنا (جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ ت) تو اس کا مرجع بعینہٖ اُنھیں اقوال

---

[1] قنیہ باب الجنائز مطبعہ مشتہرہ بالمہانندیہ ص ۵۵ و ۵۶

قسم اول کی طرف اور شبہہ مانعین یکسر برطرف۔ تحقیق نظر فقہی تو بحمد اللہ یہاں تک بروجہ اتم واجمل مذکور ہوئی مگر مخالف متعسف اس حکایت کے ظاہر لفظ میں بالکل آزادی دیکھ کر اپنے موافق ہی کیا چاہے، اور خواہی نخواہی اطلاق وتوسیع بعدیت کی طرف کھینچے تو بہت بہتر۔ بعونہ تعالٰی ہم سے ارادت مناظرانہ لے۔

فاقول اولاً بعدیت متصلہ ہے یا مطلقہ یا بین بین اول مخالف کو مضر اور ثانی اجماع و نصوص متواترہ کے خلاف اور ثالث غیر منضبط، نہ ایک تقیید دوسری سے اولٰی بالمقبول تو کلام مجمل اور استناد مہمل، بہرحال مخالف کو گنجائش تمسک نہیں۔

ثانیاً (بعبارت اخرٰی) جب نہ تقیید سے چارہ نہ تسلیم اطلاق کا یارا کہ زیارت قبور کے وقت دعا للاموات مخالف بھی جائز ماننا ہوگا، تواب نظر تعین تقیید میں رہی قید اتصال کے ظہور وانضباط سے قطع نظر بھی کیجئے تو اقل درجہ احتمال مساوی ہے اور مخالف مستدل۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (جب کلام میں کوئی احتمال آگئے تو ایک پر اس سے استدلال باطل ہوا۔ت)

ثالثاً یہ اطلاق کلمات باقین کے مخالف اگر بوجہ اتحاد حکم وحادثہ حمل مطلق علی المقید کیجئے تو یہ بھی اسی طرف راجع والکلام الکلام ورنہ بسبب مخالفت اکثرین ناقابل قبول،

فی الدرالمختار من باب التعزیر مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم[۱] اھ و قبیل فصل فی الحائط المائل، یحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ[۲] اھ ونقل نحوہ فی ردالمحتار[۳] اٰخر مضاربۃ عن مجموعۃ ملاعلی وقال المولٰی علی قاری فی المسلک المتقسط اطلاقہم لاینافی تقیید الکرمانی[۴] اھ قال الشامی ای

درمختار باب التعزیر میں ہے: یہ مطلق ہے تو مقید پر محمول کیا جائیگا تاکہ کلمات علماء میں باہم اتفاق ہوجائے اھ ــــ جھکی ہوئی دیوار سے متعلق فصل سے ذرا پہلے ہے: فتاوی کا اطلاق اس پر محمول ہوگا جو مقید واقع ہے کیونکہ حکم اور حادثہ ایک ہی ہے اھ ــــ اسی کے ہم معنی ردالمحتار آخر مضاربت میں مجموعہ ملا علی سے نقل کیا ــــ اور مولانا علی قاری مسلک متقسط میں فرماتے ہیں: ان حضرات کا اطلاق کرمانی کی تقیید کے منافی نہیں اھ ــــ اس پر

---

[۱] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

[۲] درمختار قبل فصل الحائط المائل 〃 〃 ۲/۳۰۱

[۳] ردالمحتار بحوالہ مجموعہ ملا علی آخر باب المضارب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۵۴۹

[۴] ردالمحتار بحوالہ المسلک المتقسط باب الجنایات 〃 〃 〃 ۲/۲۴۹

لیحمل المطلق علی المقید[1] اھ وذکر نحوہ بعد ھذا بقلیل قبیل باب الاحصار و قال قبیل باب التیمم قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر[2] اھ وفی باب صلاۃ المریض عن امداد الفتاح للعلامۃ الشرنبلالی من ان القاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر[3] اھ واول باب صلوۃ الخوف لایعمل بہ لانہ قول البعض[4] اھ و قال العلامۃ البیری فی شرح الاشباہ من قاعدۃ ان الاصل فی الکلام الحقیقۃ لایجوز لاحد الاخذ بہ لان المقرر عند المشائخ انہ متی اختلف فی مسئلۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر[5] اھ نقلہ فی العقود الدریۃ اٰخر الباب الاول من الوقف.

شامی نے لکھا: مراد یہ ہے کہ مطلق مقید پر محمول کر دیا جائے گا اھ —— اسی کے ہم معنی اس سے ذرا بعد باب الاحصار سے تھوڑا پہلے ذکر کیا اور باب التیمم سے ذرا قبل لکھا، علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ عمل اُسی پر ہوگا جس پر اکثر ہیں اھ ۔ باب صلاۃ المریض میں علامہ شرنبلالی کی امداد الفتاح سے نقل ہے؛ قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثر ہوں اھ —— شروع باب صلوۃ الخوف میں ہے: اس پر عمل نہ ہوگا کیونکہ یہ صرف بعض کا قول ہے اھ —— علامہ بیری شرح اشباہ میں قاعدہ "کلام میں اصل حقیقت ہے" کے تحت ایک جگہ لکھتے ہیں؛ کسی کے لئے اسے اخذ کرنا درست نہیں اس لئے کہ مشائخ کے نزدیک طے شدہ یہ ہے کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو اعتبار اس کا ہوگا جس کے قائل اکثر ہوں اھ ۔ اسے العقود الدریہ میں کتاب الوقف باب اول کے آخر سے نقل کیا۔ (ت)

رابعًا اس روایت کا حاکی زاہدی اور محکی فیہ قنیہ و زاہدی معتمد نہ قنیہ معتبر خصوصاً ایسی حکایت میں کہ معنی مفیدِ مخالف اصلاً قواعدِ شرع سے مطابق نہیں۔

فی ردالمحتار اول الطھارۃ کتاب القنیۃ مشھور بضعف الروایۃ[6] اھ وفی

ردالمحتار شروع کتاب الطہارۃ میں ہے: کتاب "قنیہ" ضعفِ روایت میں مشہور ہے اھ،

---

[1] ردالمحتار باب الجنایات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۲۵۰
[2] 〃 قبیل باب التیمم 〃 〃 〃 ۱/۱۶۶
[3] 〃 باب صلوۃ المریض 〃 〃 〃 ۱/۵۶۲
[4] 〃 باب صلوۃ الخوف 〃 〃 〃 ۱/۶۲۵
[5] العقود الدریۃ بحوالہ العلامۃ البیری مطلب فی اختلف فی مسئلۃ الخ حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار ۲/۱۷۵
[6] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹

العقود الدریۃ اٰخر الکتاب ذکر ابن وھبان انہ لایلتفت الی ما نقلہ صاحب القنیۃ یعنی الزاھدی مخالفا للقواعد مالم یعضدہ نقل من غیرہ ومثلہ فی النھر[۱] ایضا اھ ونقلہ ایضا فی الدر عن المصنف عن ابن وھبان۔ وفی صوم الطحطاوی قبل فصل العوارض بنحو ورقۃ "القنیۃ لیست من کتب المعتمدۃ"[۲]۔

العقود الدریہ آخر کتاب میں ہے: ابن وہبان نے ذکر کیا ہے کہ صاحبِ قنیہ یعنی زاہدی خلافِ قواعد جو نقل کرے اس کی جانب التفات نہ ہوگا جب تک کسی اور سے کوئی نقل اس کی تائید میں نہ ملے۔ اسی کے مثل نہر میں بھی ہے۔ اسے درمختار میں مصنف کے حوالے سے ابن وہبان سے نقل کیا ہے۔ اور طحطاوی کتاب الصوم میں فصل عوارض سے قریباً ایک ورق پہلے ہے: قنیہ کتبِ معتمدہ سے نہیں۔ (ت)

خامساً زاہدی اس مسئلہ میں بالخصوص متہم کہ وہ مذہب کا معتزلی ہے اور معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی کے نزدیک اموات مسلمین کے لئے دعا محض بیکار کما نص علیہ فی شرح العقائد وشرح الفقہ الاکبر وغیرھا (جیسا کہ شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر وغیرہما میں اس کی تصریح ہے۔ ت) اُس کی یہ عادت ہے کہ مسائل اعتزال اپنی کتب میں داخل کرتا ہے۔

کما فعل فی مسئلۃ فی الاشربۃ ومسئلۃ فی الذبائح ومسئلۃ فی الحج وغیرہ ذٰلک کما بینہ فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما فی مواضعہ۔

جیسا کہ اشربہ کے ایک مسئلہ، ذبائح کے ایک مسئلہ، حج کے ایک مسئلہ میں اور بھی مسائل میں اس نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ درمختار، ردالمحتار وغیرہما میں اس کے مقامات پر مذکور ہے۔ (ت)

اس کا استاذ الاستاذ زمخشری بھی اس کا خوگر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ آپ کچھ بکے مگر نقل میں ثقہ ہے بخلاف زاہدی کے کہ اس کی نقل پر بھی اعتماد نہیں۔ ان سفہا نے حنفیت کا نام بدنام کرکے فروع میں بعض وہ خفی شرارتیں بھر دیں جن سے بعض مصنفین نے بھی دھوکا کھایا اور شدہ شدہ وہ نقول متعدد کتب میں پھیل گئیں جو آج تک حضرات نجدیہ وامثالہم کے نزدیک علق نفیس وغنیمت باردہ ہیں اس کا بعض بیان فقیر غفرلہ تعالٰی نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں کیا وباللہ التوفیق۔

---

[۱] العقود الدریۃ نقل الزاہدی لایعارض نقل المعتبرات مطبوعہ حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار ۲/۳۵۹

[۲] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار قبیل فصل فی العوارض مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۴۶

سادساً وہ بیچارہ خود بھی اس حکایت کو بلفظ عن کہ مشیر غرابت و تمریض ہے نقل کرتا اور آخر میں اسی قولِ اکثر کی راہ پر چلتا ہے۔

حیث قال بعد ما مرو قال محمد بن الفضل لاباس به ظ ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ قال رضی اللہ عنه لانه یشبه الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ[1] اھ فافھم۔

اس طرح گزشتہ عبارت کے بعد وہ کہتا ہے: اور محمد بن فضل نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، ظ۔ اور بعد نمازہ جنازہ آدمی دُعا کے لئے نہ ٹھہرے، امام موصوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لئے کہ یہ نمازِ جنازہ میں زیادتی و اضافہ سے مشابہت رکھتا ہے اھ۔ اسے سمجھو۔ (ت)

سابعاً سب جانے دو تو غایت درجہ یہی بعض مشائخ سے ایک حکایت سہی اب ترجیح مطلوب ہوگی۔ کتبِ فقہ میں فتوٰی جانبِ جواز ہے۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارت قنیہ وغیرہا لکھا:

فاتحہ و دُعا برائے میّت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ انتہی[2]۔

میّت کے لئے دفن سے پہلے فاتحہ و دعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے انتہی۔ (ت)

علامہ شامی افادہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فتوٰی یعنی ہمیں است روایت معمولہ (یہی روایت معمول بہا ہے۔ ت) قوت و شوکت میں علیہ الفتوی و بہ یفتی (فتوٰی اسی پر ہے۔ ت) کے برابر ہے جو آکد الفاظِ افتا ہیں۔

فی الدرالمختار لفظ الفتوی اٰکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرھا[3] فی ردالمحتار ویظھرلی ان لفظ وعلیہ العمل مساوٍ للفظ الفتوی[4] اھ۔

درمختار میں ہے، لفظ فتوٰی، لفظ صحیح، اصح، اشبہ وغیرہا سے زیادہ مؤکد ہے۔ ردالمحتار میں ہے: میرا خیال ہے کہ لفظ "علیہ العمل" (اسی پر عمل ہے) لفظ فتوٰی کے برابر ہے اھ (ت)

---

[1] قنیہ باب الجنائز مطبعۃ المشتہرۃ بالمھانندیۃ ص ۵۶

[2] کشف الغطاء فصل ششم نمازِ جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

[3] درمختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵

[4] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۴

الحمدللہ کہ حق بہمہ وجوہ ظاہر و باہر اور ہر شک و وہم زائل و بائر ہُوا۔ امید ہے کہ اس فتوے میں اول تا آخر جتنے جواہر زواہر ہدیۂ انظار اولی الابصار ہوئے سب حصۂ خاصۂ خامۂ فقیر ہوں کہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں۔

ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون والحمد للہ رب العٰلمین ۝ والصلوٰۃ والسلام علی اجود الاجودین سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ و صحبہ اجمعین۔

یہ خدا کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود و سلام سخی تر لوگوں میں سب سے زیادہ جُود و سخا والے ہمارے آقا و مولا اور ان کی تمام آل واصحاب پر۔ (ت)

بالجملہ عباراتِ فقہا صرف دو صورتوں سے متعلق ہیں: ایک بعد نمازِ جنازہ اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دُعا کرنا۔ دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امرِ تجہیز کو تعویق میں ڈالنا۔ ظاہراً اس صورت میں کراہت تحریمی تک ہوسکتی ہے اور صورتِ اولیٰ میں تنزیہی۔ ابھی مرقاۃ سے گزرا کہ ایہام زیادت مورثِ کراہت تنزیہہ ہے ولبس، جس کا حاصل خلافِ اولیٰ یعنی بہتر نہیں، نہ یہ کہ ممنوع و ناجائز ہو۔ بعض علمائے لکھنؤ نے جو اپنے بعض رسائل میں مکروہ تنزیہی کو گناہِ صغیرہ لکھ دیا سخت ذلت کبیرہ ہے جس کے بطلان پر صدہا کلمات ائمہ و دلائل شرعیہ ناطق۔ فقیر غفراللہ تعالٰی نے اس قول کے رَد میں چند مختصر سطور مسمّٰی بہ جُمَلٌ مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ لکھیں۔ خیر یہ دو صورتیں تھیں جن سے کلماتِ فقہا باحث، ان کے سوا تمام صورِ دعا جن میں نہ دُعا کی غرض سے تاخیر کریں نہ بعد نماز اس انداز پر ہو بلکہ مثلاً صفیں توڑ کر دعائے قلیل یا بوجہ خاص جنازہ میں دیر کی حالت میں دعائے طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتی، نہ کلماتِ علماء میں ان کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے تحت میں داخل اور مستحب شرعی کی فرد ہے۔ باقی کلام فتوٰیٔ اُولیٰ میں مذکور ہوا، وباللہ التوفیق، واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

الحمدللہ کہ یہ مبارک جواب موضع صواب چار دہم رجب مرجب روز جاں افروز دوشنبہ کو وقت چاشت شروع اور وقتِ عشا تمام اور بلحاظ تاریخ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز نام ہوا۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ واکمل السلام علٰی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین!

اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ساری حمد خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا مالک ہے اور بہتر درود، کامل تر سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد اور ان کی تمام آل واصحاب پر۔ الٰہی قبول فرما! (ت)

17

مسئلہ ۶۵: از جالندھر محلہ راستہ دروازہ بھگواڑہ۔ مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۶ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، پنجاب کے اکثر شہروں میں دستور ہے کہ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر بعد سلام کے اُسی جگہ پر جہاں نمازِ جنازہ ادا کی گئی ہے میت کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور بعض لوگ پیشتر دُعا کے سُورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار یا گیارہ دفعہ پڑھ کر میت کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں اور ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا اب فرقہ غیر مقلدین اس دستور کے ہٹانے میں کوشش کررہے ہیں، اس کے عدمِ جواز میں غیر مقلدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں بلکہ فقہ کی کتابوں کی عبارتیں سناتے ہیں، منجملہ ان کے مستندات کے ایک یہ ہے:

اذا فرغ من الصلٰوۃ لایقوم بالدعاء[1] سراجیہ۔ جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہوجائے تو دعا کے لئے نہ کھڑا ہو۔ (ت)

قدوری کے حاشیہ پر ہے:

الدعا بعد صلاۃ الجنازۃ مکروہ[2] کذا فی البرجندی لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنائز لانہ دعا مرۃ لان اکثرھا دعاء[3] بزازیہ جلد اول برحاشیہ عالمگیری۔ دعا بعد نمازِ جنازہ مکروہ ہے جیسا کہ برجندی میں ہے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ ہو کہ ایک مرتبہ دُعا کرچکا ہے کیونکہ نمازِ جنازہ کا اکثر حصہ دُعا ہی ہے۔ (ت)

جواب مدلل بدلائل قویہ بحوالہ کتب معتبرہ اور تحریر عبارات معتمدہ تحریر فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں۔ بینوا بالدلیل والتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

گیارہ سال ہُوئے کہ یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں معرکۃ الآراء رہا، بمبئی وکانپور سے اس کے بارہ میں بار بار سوالات مختلف صورتوں میں آئے فقیر نے جواب میں کبھی تحقیق حدیث اور کبھی تنقیح فقہ سے کام لیا اور بالآخر اس کے باب میں ایک موجز وکافی رسالہ مسمّٰی بہ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز لکھا جس میں تحقیق حکم فقہی وتوضیح معانی عبارات مذکورہ سراجیہ وغیرہا کتب فقہ کو بحمدہٖ عزوجل ذروہ علیا تک پہنچایا اور بفضلہٖ تعالٰی عرش تحقیق مستقر کردکھایا کہ میت کے لئے دعا قبل نمازِ جنازہ وبعد نمازِ جنازہ ہمیشہ مطلقاً

---

[1] فتاوٰی سراجیہ باب الصلوٰۃ علی الجنازہ مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۳

[2] برجندی شرح نقایہ فصل فی صلوٰۃ الجنازہ ۱/ ۱۸۰

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ الخامس والعشرون فی الجنائز الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۸۰

مستحب ومندوب ہے۔ اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔ خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے قبل وبعد نماز دونوں وقت میّت کے لئے دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا ثابت ہے، فقہائے کرام ہرگز اسے منع نہیں فرماتے، یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو صورتوں کے لئے ہے اور وہی عبارات مذکورہ وغیر مذکورہ فقہیہ میں علی التنوع مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میّت کو تعویق میں ڈالنا، مثلاً نماز ہوچکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی، صرف دعا کے لئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ وتطویل کریں یہ ممنوع ہے، اکثر عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، دوسرے یہ کہ بعد نماز اُسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے امام ومقتدی وہیں کھڑے دُعا کریں یہ نامناسب ہے کہ نماز پر شبہہ زیادت نہ ہو۔ بعض عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، ان کے سوا تمام صور جن میں نہ خاص دُعا کی غرض سے درنگ وتعویق کریں نہ بعد نماز اُسی انداز میں ہو بلکہ صفیں توڑکر دعا قلیل یا بوجہ دیگر جنازہ میں دیر کی حالت میں دعا طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتے نہ کلمات علماء میں اس کا انکار بلکہ وہ عام مامور بہ کے حکم میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔ یہ رسالہ بمبئی مطبع گلزار حسینی میں چھپ کر شائع ہوچکا۔ ان تمام مراتب کی تفصیل تام اُسی رسالہ اور اُس کے پہلے کے فتوٰی میں ملے گی۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات قنیہ وغیرہا فرمایا:

فاتحہ ودُعا برائے میّت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ، کذا فی الخلاصۃ الفقہ۔[1]	میّت کے لئے دفن سے قبل فاتحہ ودعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶: از بنارس محلہ کندی گر ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مداللہ فیضانہ از جانب خادم الطلبہ عبدالغفور، سلام علیک قبول باد۔ کچھ مسائل میں یہاں علماء کے درمیان اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکۃ ہے امید ہے کہ جواب سے مطلع فرمائیں، زید کہتا ہے نماز جنازہ عند الحنفیہ اندر مسجد کے پڑھنی علی العموم خواہ میّت مرض ہیضہ اسہال میں مرا ہو یا دوسرے مرض میں بچند وجوہ مکروہ ہے منجملہ اس کے ایک وجہ تلویث مسجد ہے۔ عمرو کہتا ہے جو شخص مرض ہیضہ اسہال یا کسی مرض امراض معدہ کی وجہ سے مرا ہے اُس کا جنازہ مسجد میں پڑھنا البتہ موجب احتمال تلوث مسجد کا ہے

---

[1] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

اور اس کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے، نہ علی العموم۔

الجواب

قولِ زید صحیح ہے۔ عمرو کا مرضیان معدہ میں حصر تو محض غلط، ہاں سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کی روایت نادرہ بعض کتب میں یُوں نقل کی گئی کہ خوفِ تلوث نہ ہو تو مسجد میں جائز۔ یہ عبارت بظاہر اُس بحثِ علامہ طحطاوی کی مؤید کہ قولِ تعلیل بہ تلوث پر ظنِ تلوث سے تقیید مناسب، شبہہ و توہم مانع نہیں۔ اس عبارت و روایتِ شاذہ پر بھی امراضِ معدہ و امعاء و رحم و زخم و ریم وغیرہا ہر مظنۂ تلویث بالاتفاق داخلِ کراہت۔

حلیہ میں فرمایا:

ونقل فی الدرایۃ عن ابی یوسف روایۃ انہ لاتکرہ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد اذا لم یخف خروج شیئ یلوث المسجد فعلی ھذا اذا امن ذلک لم یکرہ علی سائر الوجوہ الخ[1]

درایہ میں امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ نقل ہے کہ جب مسجد کو آلودہ کرنے والی کسی چیز کے نکلنے کا اندیشہ نہ ہو تو مسجد میں نمازِ جنازہ مکروہ نہیں۔ اس کی بنیاد پر جب اس سے اطمینان ہو تو تمام صورتوں میں کراہت نہیں الخ (ت)

حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

ینبغی تقیید الکراھۃ بظن التلویث فاما توھمہ اوشکہ فلا تثبت بہ الکراھۃ[2]

کراہت کو آلودگی کے ظن سے مقید کرنا چاہئے اگر اس کا وہم یا شک ہو تو اس سے کراہت ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

مگر عامۂ کتبِ مذہب میں جہاں تک اس وقت نظرِ فقیر نے جولان کیا یہ روایت نوادر بھی بر سبیل اطلاق و تعمیم بے تشقیق و تفصیل ماثور و منقول، جو علماء اس کے ترجیح و تصحیح و اختیار کی طرف گئے جنازہ کا مسجد میں لانا مطلقاً مکروہ بتاتے ہیں۔ معللین اُسے احتمال و توہم تلویث سے تعلیل فرماتے ہیں۔ تقیید و تخصیص حالتِ ظن کا پتا نہیں دیتے، علمائے کرام اختلافِ مشائخ کو اُس حالت سے مقید کرتے ہیں کہ جنازہ مسجد سے باہر ہو اور مطلقاً صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جنازہ کا مسجد میں ہونا بالاتفاق مکروہ۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی ہی سے ہے۔ ت) یہاں اطلاق

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۷

ہی اوفق واحق والصق بدلیل ہے کہ امعاء غالباً فضلات سے خالی نہیں ہوتیں اور موت مزیل استمساک وموجب استرخائے تمام ہے اور جنازہ لے چلنے کی حرکت مؤید خروج، تو ہر میت میں خوفِ تلویث موجود۔ باقی کسی خاص وجہ سے غلبۂ ظن کی کیا حاجت، نا سمجھ بچّوں کو مسجد میں لانا مطلقاً ممنوع ہُوا کہ سب میں احتمالِ تلویث قائم، کچھ یہ شرط نہیں کہ جس بچہ کو اسہال وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو وہی مسجد میں نہ لایا جائے، یونہی میت بلکہ اس سے بھی زائد کما لایخفی علی الفطن (جیسا کہ زیرک پر پوشیدہ نہیں۔ ت) پھر یہ بھی امام ثانی سے ایک روایت نادرہ ہے ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک مسجد میں جنازہ مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ میت بیرونِ مسجد ہو، یہی ارجح واصح ومختار وماخوذ ہے،

فان الفتوی متی اختلفت وجب المصیر الی ظاھر الروایۃ کما افادہ فی البحر و الدر وغیرھما۔

اس لئے کہ جب فتوی میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایہ کی طرف رجوع ضروری ہے، جیسا کہ بحر اور درمختار وغیرہما میں افادہ کیا۔ (ت)

اب عبارتِ علماء سُنئے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرھت تحریما وقیل تنزیھا فی مسجد جماعۃ ھوای المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصۃ[1]۔

مکروہ تحریمی ۔۔۔ اور کہا گیا کہ تنزیہی ہے مسجد جماعت میں، جس میں تنہا میت ہو یا پڑھنے والوں کے ساتھ ہو، اور اس جنازہ کے بارے میں اختلاف ہے جو تنہا یا بعض لوگوں کے ساتھ بیرونِ مسجد ہو، اور مختار یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے، خلاصہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مطلقا ای فی جمیع الصور المتقدمۃ کما فی الفتح عن الخلاصۃ وفی مختارات النوازل سواء کان المیت فیہ او خارجہ ھو ظاھر الروایۃ، وفی روایۃ لایکرہ اذا کان المیت خارج المسجد[2]۔

مطلقاً یعنی گزشتہ تمام صورتوں میں، جیسا کہ فتح القدیر میں خلاصہ سے منقول ہے۔ اور مختارات النوازل میں ہے کہ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر، یہی ظاہر الروایۃ ہے ۔۔۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب صلوۃ الجنازۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[2] ردالمحتار " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۲۵

اشباہ میں ہے:

منع ادخال المیت فیہ والصحیح ان المنع لصلاۃ الجنازۃ وان لم یکن المیت فیہ الا لعذر مطر ونحوہ۔[1]

مسجد میں میت کو لے جانا منع ہے اور صحیح یہ ہے کہ ممانعت نمازِ جنازہ کی وجہ سے ہے، اگرچہ میت مسجد کے اندر نہ ہو، مگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو رخصت ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں بعد بیان مذہب مختار فرمایا:

وقیل لایکرہ اذا کان المیت خارج المسجد وھو مبنی علی ان الکراھۃ لاحتمال تلویث المسجد والاول ھو الاوفق لاطلاق الحدیث کذا فی فتح القدیر۔[2]

اور کہا گیا کہ جب میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں، اس قول کی بنیاد اس پر ہے کہ کراہت کا حکم آلودگیِ مسجد کے احتمال کی وجہ سے ہے، اور پہلا قول ہی اطلاقِ حدیث کے مطابق ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر میں ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لایصلی علٰی میت فی مسجد جماعۃ لقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی علٰی جنازۃ فی المسجد فلا اجر لہ ولانہ بنی لاداء المکتوب ولانہ یحتمل تلویث المسجد وفیما اذا کان المیت خارج المسجد اختلف المشائخ۔[3]

مسجدِ جماعت میں کسی میت کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی اس کے لئے اجر نہیں ــــ اور اس لئے کہ مسجد فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے بنی ہے ــــ اور اس لئے کہ اس میں مسجد کی آلودگی کا احتمال ہے۔ اور ہدایہ ہی میں ہے: جب میت مسجد کے باہر ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (ت)

مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے حلیہ میں ہے:

عندنا اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد

جب جنازہ مسجد کے باہر ہو تو ہمارے نزدیک

---

[1] الاشباہ والنظائر | القول فی احکام المسجد | مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۳۰

[2] بحر الرائق | فصل السلطان احق بصلاتہ | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۷

[3] الہدایۃ | فصل فی الصلوٰۃ علی المیت | " المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۶۱

لو یکرہ ان یصلی الناس علیہا فی المسجد انما الکراھۃ فی ادخال الجنازۃ فی المسجد[1]۔

یہ مکروہ نہیں کہ لوگ مسجد کے اندر اس کی نماز پڑھیں۔ کراہت اسے مسجد کے اندر داخل کرنے ہی کی صورت میں ہے۔ (ت)

برجندی شرح نقایہ میں ہے:

کرھت صلٰوۃ الجنازۃ فی مسجد جماعۃ اتفاقا اذا وضعت الجنازۃ فیہ ولو وضع خارجا اختلف المشائخ فیہ وذلک لان علۃ الکراھۃ اما توھم التلوث اوکون المسجد مبنیا لاداء المکتوبۃ[2] اھ ملخصا۔

مسجد جماعت میں جنازہ رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر جنازہ باہر رکھا ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ یہ اختلاف اس لئے ہے کہ کراہت کی علت آلودگی مسجد کا احتمال ہے یا یہ کہ مسجد فرائض وقتیہ کی ادائیگی کے لئے بنی ہے اھ بہ تلخیص (ت)

شرنبلالیہ میں ہے:

قولہ (یعنی الغرر) کرھت فی مسجد ھو فیہ اقول والکراھۃ ھنا باتفاق اصحابنا کما فی العنایۃ[3]۔

عبارت غرر (مسجد میں جنازہ رکھا ہو تو اس میں نماز جنازہ مکروہ ہے) میں کہتا ہوں یہاں کراہت پر ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے، جیسا کہ عنایۃ میں ہے۔ (ت)

عبارات یہاں بکثرت ہیں وفیما نقلناہ کفایۃ وقد ظھر بہ کل ما القینا علیک (اور جس قدر ہم نے نقل کردیا وُہ کافی ہے، اور اس سے وُہ ساری باتیں واضح ہوگئیں جو ہم نے بیان کیں۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۶ تا ۶۷: از فیروز آباد ضلع آگرہ محلہ کوٹلہ مرسلہ مسکین تاج محمد ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) رمضان المبارک کے الوداعی جمعہ کو جامع مسجد میں مسلمانوں کا جنازہ آیا، نمازیوں کی بہت زیادہ

---

[1] کتاب المبسوط باب غسل المیت مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۶۸

[2] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی صلٰوۃ الجنازۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۱

[3] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب الجنائز مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار السعادت بیروت ۱/ ۱۶۵

کثرت تھی، نمازِ جنازہ اگر بیرونِ مسجد پڑھائی جائے گی تو نہ صفیں سیدھی ہوں گے بسبب قبروں اور درختوں کے اور نہ نمازی آسکیں بسبب زیادتی کے، اور دُھوپ تکلیف دہ بھی روزہ داروں کو، اس صورت مذکورہ عذرات کو مدنظر رکھتے ہُوئے نمازِ جنازہ فرشِ مسجد پر پڑھائی جائے یا نہیں، اور ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اُس شخص کے واسطے کیا حکم ہے کہ وُہ جانتا ہے کہ تمام مسلمانوں کے عذرات مذکورہ بالا صحیح ہیں اور اندرونِ مسجد جنازہ آگیا ہے اور نمازِ جمعہ بھی ہوچکی ہے مگر وُہ جنازہ کو مسجد سے باہر کرتا ہے اور باہر کرکے نمازِ جنازہ پڑھاتا ہے اور جائے کی تنگی اور صفوں کی شکستگی اور روزہ داروں کے دھوپ میں کھڑے ہونے کی پروانہ کرتے ہُوئے نمازیوں کی خواہش شرکت نمازِ جنازہ کو فوت کرے، کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی عذر نہ ہو اور نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھ لی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں، اور ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۴) اگر بعد نمازِ جمعہ نمازِ جنازہ پڑھ لی جائے تو اولیٰ ہے یا سنّت وغیرہ پڑھنے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھنا اولیٰ ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) جنازہ مسجد میں رکھ کر اس پر نماز مذہبِ حنفی میں مکروہ تحریمی ہے، تنویر الابصار میں ہے:

کرهت تحریما فی مسجد جماعۃ هو فیه واختلف فی الخارجۃ والمختار الکراهۃ۔[1]

مسجد جماعت میں نمازِ جنازہ مکروہِ تحریمی ہے جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو، اور اگر باہر ہے تو اس بارے میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ مکروہ ہے۔(ت)

نمازِ جنازہ بہت ہلکی اور جلد ہوجانے والی چیز ہے اتنی دیر دھوپ کی تکلیف ایسی نہیں کہ اُس کے لئے مکروہِ تحریمی گوارا کیا جائے اور مسجد کی بے حُرمتی روا رکھیں۔ رہی نماز، وہ ادا ہوجائیگی، فرض اُتر جائے گا اور مخالفت حکم کا گناہ اور نفسِ نماز کا ثواب اللہ عزوجل کے ہاتھ، جیسے کوئی مغصوب زمین میں نمازِ پنجگانہ پڑھے۔

(۲) اُس نے مذہب پر عمل کیا، جو بات مذہب میں منع تھی اُس سے روکا، نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے جو مسلمان تنگی جا کے سبب نہ مل سکے اور ملنے کی خواہش رکھتے تھے اور انھیں ان شاء اللہ العزیز ملنے ہی کا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے، جو جماعت کی نیت سے مسجد کو چلا، نماز ہوچکی، اس کے لئے ثواب لکھ گیا۔

قال اللہ تعالٰی فقد وقع اجرہ علی اللہ۔[2]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، تو اس کا اجر خدا کے ذمۂ کرم پر ثابت ہے۔(ت)

---

[1] دُرمختار　باب صلوٰۃ الجنائز　مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی　۱/ ۱۲۳

[2] القرآن　۴/ ۱۰۰

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما لکل امرء مانوی[1]۔
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

(۳) نماز ہوجائے گی اور اب مخالفت کا گناہ اور زیادہ کہ محض بلاوجہ ہے، اور ثواب کا جواب اوپر گزرا۔

(۴) سنت سے فارغ ہوکر نمازِ جنازہ پڑھیں، نوافل و وظائف قطعاً بعد کو رکھیں۔ درمختار میں ہے:

فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ[2]۔
بحر میں اذان سے ذرا پہلے حلبی صاحبِ حلیہ سے نقل ہے کہ فتوٰی اس پر ہے کہ جنازہ سنت کے بعد ہوگا۔ (ت)

ہاں اگر جنازہ کی حالت ایسی ہو کہ دیر میں متغیر ہوجائے گا تو پہلے جنازہ پڑھیں پھر سنت وغیرہ۔ اشباہ میں ہے:

اجتمعت جنازۃ وسنۃ وقتیۃ قدمت الجنازۃ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم
جنازہ اور سنتِ وقتیہ دونوں جمع ہوں تو جنازہ مقدم ہوگا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱ از سنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ بریلی کی جامع مسجد میں نبی خانہ میں نمازِ جنازہ پڑھائی جائے اور امام نبی خانہ میں ہو اور مقتدی جامع مسجد میں اور نبی خانہ میں برابر صف بندی ہو، درست ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو نہ امام جنازہ، نہ صفِ جنازہ۔ یہ سب مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲ تا ۸ از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال، مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرمانی ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

(۱) مسجد کے باہر پورب جانب جو سامنے پختہ صحن بنا ہوا رہتا ہے اکثر گرمیوں میں وہاں پر مغرب کی

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱
[2] درمختار باب العیدین ” مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۴/۱
[3] الاشباہ والنظائر القول فی الدین ” ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۱۸-۲۱۷

نماز پڑھی جاتی ہے اُس جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) اور لکڑی کا صندوق جو بمنزلہ تابوت کے ہوتا ہے اس کے اندر میت رکھ کر صندوق بند کیا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۳ و ۴) اور کسی ولی یا سادات یا علماء کی قبریں پختہ باندھنا اور کسی ملک سے دوسرے ملک یا شہر سے دوسرے شہر لے جاکر دفن کرنا درست ہے یا نہیں ؟

(۵) اور میت کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۶) اور قبر میں میت کے سینہ پر کفن کے نیچے شجرۂ پیرانِ طریقت رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۷) اور بزرگانِ دین نے جو اپنے وصال سے قبل اپنا کفن و تابوت و قبر پختہ اندر سے صحن پختہ کرکے تیار کر رکھا ہے ایسا قبل سے ان چیزوں کو ایسی حالتوں میں تیار رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) صحنِ مسجد یقیناً مسجد ہے، فقہائے کرام اُسے مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی اور مسقف درجہ کو مسجد شتوی یعنی جاڑوں کی مسجد کہتے ہیں۔ اور نماز جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے کما فی التنویر والدر وغیرھما (جیسا کہ تنویر الابصار اور درمختار وغیرہما میں ہے۔ ت) ہاں حدِ مسجد سے باہر فنائے مسجد میں جائز ہے۔

(۲) میت اگر تابوت کے اندر ہو نماز اس پر اُسی طرح جائز ہے کھولنے کی حاجت نہیں۔

(۳ و ۴) قبر جس قدر میت سے متصل ہوتی اُس اندرونی حصہ کو پختہ کرنا ممنوع ہے اور باہر سے پختہ کرنے میں حرج نہیں، اور معظمانِ دینی کے لئے ایسا کرنے میں بہت مصالح شرعیہ ہیں۔ لاش کا ایک ملک سے دوسرے ملک کو لے جانا تو بڑی بات ہے دوسرے شہر کو لے جانا بھی ممنوع ہے، میل دو میل تک لیجانے میں حرج نہیں کما فی العالمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ ت)

(۵) تابوت میں دفن کرنا مکروہ و خلافِ سنّت مگر اُس حالت میں کہ وہاں زمین بہت نرم ہو تو حفاظت کے لئے حرج نہیں کما فی الھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ ہندیہ وغیرہا میں ہے۔ ت)

(۶) بہتر یہ ہے کہ قبر میں طاق کھود کر اس میں شجرہ رکھا جائے اور تبرکات اگر سینہ پر رکھیں تو اُس کی ممانعت بھی ثابت نہیں والتفصیل فی الحرف الحسن (اور تفصیل ہمارے رسالہ "الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن" میں ہے۔ ت)

(۷) کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہئے کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) قال اللہ تعالٰی وما تدری نفس بای ارض

تموت[1] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: کوئی جان نہیں جانتی کہ اس کی موت کس زمین میں ہوگی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ تا ۷۹ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ محلہ چندگڑھ مسئولہ فضل احمد صاحب ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک حصہ خام تھا اب بالکل ملحقہ مسجد کرکے سب پختہ بنادیا گیا ہے آیا یہ مسجد میں داخل ہے یا نہیں اور یہاں نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد ہے یا نہیں؟

(۲) خانہ کعبہ اور مسجد اقدس نبوی میں نماز جنازہ کیوں ہوتی ہے؟ اور جب کعبہ شریف میں نماز پڑھتے ہیں تو مسجد میں کیا حرج ہے؟

الجواب

(۱) یہ جگہ کہ مسجد سے خارج تھی اگر اُسے پختہ کرکے صحنِ مسجد سے ملادینا مسجد کے طور پر نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ جمعہ وعیدین میں نمازیوں کو آرام ہو تو وہ بدستور مسجد سے خارج ہے اور اس میں نمازِ جنازہ جائز ہے، اور اگر تمام مسلمانوں کی رائے سے اُسے مسجد کرلیا گیا تو اب اس میں نمازِ جنازہ جائز نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) وہاں شافعیہ کے طور پر ہوتی ہے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱ از بلندشہر بالائے کوٹ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

حوض مسجد کے اندر ہے اور اس کے چاروں طرف فرش ہے اور اس کی پٹڑی پر چارپائی رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، آیا یہ نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قول راجح تر یہ ہے کہ نماز مذکورہ مکروہ ہے، اور ایسا کرنا منع ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرھت تحریما فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصۃ[2] الخ

مسجدِ جماعت میں نمازِ جنازہ مکروہ تحریمی ہے جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو، اور اگر تنہا جنازہ یا جنازہ مع کچھ نمازیوں کے بیرونِ مسجد ہو تو اس بارے میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے۔ خلاصہ الخ (ت)

---

[1] القرآن ۳۱/ ۳۴

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنازہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۳

اور دوسرے قول پر صورت مذکورہ میں یہ حرج تو نہیں اس لئے کہ میت بیرونِ مسجد ہے فلا کراھۃ فی الصلٰوۃ قال فی الغنیۃ ھو المختار وذکر علیہ العمل (تو نماز میں کراہت نہیں، غنیہ میں ہے: یہی مختار ہے اور اسی پر عمل بتایا۔ ت) مگر جب کہ فرش مسجد چاروں طرف محیط ہے تو اُس پٹری تک جنازے کا لے جانا مسجد کے اندر ہی سے ہوگا اور یہ باتفاق حنفیہ مکروہ ہے، یہ سب اُس وقت ہے کہ وسط مسجد میں حوض خود بانیٔ مسجد نے قبل مسجدیت بنایا ہو، ورنہ اگر مسجد ہوچکی اس کے بعد وسط میں یہ حوض بنوایا اگرچہ بانی نے بنایا ہو تو اُس کا بنانا حرام، اور اُس سے وضو کرنا حرام، اور نمازِ جنازہ بالاتفاق مکروہ ہے وتحقیقہ فی ما علقنا علی ردالمحتار (اس کی تحقیق ہمارے حاشیۂ ردالمحتار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۲ ازبانٹوہ ملک کاٹھیاواڑ مولوی عبدالمطلب صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

یہاں نمازِ جنازہ کے لئے جو جگہ تعمیر کی گئی شہر سے دُور فاصلہ پر ہے، بارش اور گرمی میں بڑی دِقت ہوتی ہے لہذا برائے رفع تکالیف لبستی کے جو پرانا صد سالہ قبرستان ہے کہ جس کے اندر اکثر قبریں منہدم ہوچکی ہیں، لبسبب انہدام کے لوگ کُوڑا کرکٹ اس کے اندر ڈالتے ہیں اگر وہاں نمازِ جنازہ کے لئے چبوترہ بنایا جائے تو جائز ہے یا چگونہ؟

الجواب

قبور پر نماز ہرگز جائز نہیں، نہ اُن پر کوڑا کرکٹ ڈالنا جائز، بندوبست کریں، ممانعت کریں، ہاں اگر وہاں یا اُس کے قریب کوئی قطعہ زمین ایسا ہو جہاں قبریں نہ تھیں تو وہاں نماز کی اجازت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔